Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

An Analytical Study of Nisar Aziz Butt's Short Story

نثار عزیز بٹ کی افسانہ نگاری کاتجزیاتی مطالعہ

Dr. Humaira[1]
Assistant Professor Urdu, Islamia College University, Peshawar
Dr. Fazal Kabir[2]
Lecturer Urdu Department, Islamia College University Peshawar
Dr. Muhammad Sulaiman[3]
Lecturer Urdu Department, Islamia College University Peshawar

Abstract

Nisar Aziz Butt's literary services are unforgettable, she was a senior Urdu novelist who wrote unique writings for a long time, who presented her thoughts in a unique style in front of the reader in a beautiful wa Her famous works include four novels, “Nagri Nagri Phira Musafir”, “Nay Chiraghay Nay Gulay”, “Karwan-e-Wajood” and “Darya Ke Sang”, while her autobiography, “Gay dino ka Soragh”, is popular. The Government of Pakistan awarded her the Presidential Medal for Excellence on 14 August 1995, and in 2013, Majlis Farogh-e-Adab (Doha) also awarded her the Life Achievement Award. Ms. Nisar Aziz Butt not only attracted the educated class to her with her writings throughout her life, but also set a new path for them, which gave rise to new challenges for those associated with literature.

Key Words: Nisar Aziz Butt, “Nagri Nagri Phira Musafir”, “Nay Chiraghay Nay Gulay”, “Karwan-e-Wajood”, “Darya Ke Sang”, while her autobiography, “Gay dino ka Soragh”, Majlis Farogh-e-Adab (Doha).

AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Name of Journal: Al-Anfal
AL- ANFAL
SLOGAN HERE
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

نثار عزیز بٹ خواتین ناول نگاروں کی اس کہکشاں سے تعلق رکھتی تھیں جنہوں نے ناول نگاری پر دوررس اثرات مرتب کیے۔ 1925ء سے 1930ء کے درمیان پیدا ہونے والی ان خواتین ناول نگاروں میں قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی، الطاف فاطمہ اور افسانہ نگاروں میں ممتاز شیریں اور ہاجرہ مسرور کے نام قابل ذکر ہیں۔ نثار عزیز بٹ نامور سیاستدان اور سابق وزیر خزانہ سرتاج عزیز کی بڑی بہن تھیں۔

نثار عزیز بٹ کے ناولوں کا موضوع آئیڈیلزم ہے۔ ان کے ناولوں میں ''نگری نگری پھرا مسافر''، ''نے چراغِ نے گلے''، ''کاروانِ وجود''، ''دریا کے سنگم'' شامل ہیں۔ ان کے ناولوں کے زیادہ تر کردار آئیڈیلزم کا شکار ہیں۔

''نگری نگری پھرا مسافر'' میں ایک بنیادی کردار ''افگار'' کا ہے۔ جو آئیڈیلزم کا شکار ہے۔ یہ کردار لاتعداد محرمیوں سے بنا ہوا ہے۔ بچپن کی محرومیوں اور احساسِ تنہائی نے اسے انتشار پسند بنا دیا ہے۔ لوگ اس سے محبت چاہتے ہیں لیکن وہ کائنات کی حقیقت اور معنویت کی تلاش میں لگی رہتی ہے۔ وہ تصوف سے بھی وابستہ ہے۔ آخر میں وہ کہتی ہے کہ حقیقت کی جستجو اچھی چیز ہے لیکن اگر راستہ مل جائے تو سفر ختم ہو جائے گا۔ ''کاروانِ وجود'' کا کردار ثمر صالح بھی افگار کی طرح آئیڈیلزم کا شکار ہے۔ نثار عزیز بٹ ''نے چراغ نے گل'' میں سماجی اور معاشرتی مسائل سے پردہ اُٹھاتے ہیں۔ خصوصاً سماجی رشتوں کی تبدیلی سے نوجوانوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

نثار عزیز بٹ نے چند ہی افسانے ہیں جو ان کی کتاب '' زنبیل'' میں شامل کئے گئے ہیں۔ آیئے ان کا تحقیقی و تنقیدی تجزیے پیش کرتے ہیں۔

"وقت ایک راز"

اس افسانے کا موضوع وقت ہے۔ انسان زندگی کو شعور کے ساتھ گزارتا ہے اور دو سطح پر اس کا شعور کام کرتا ہے۔ ایک انفرادی اور ایک اجتماعی صورت میں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی بنیادی طور پر سماج کے ساتھ ہی گزرتی ہے۔ اس حوالے سے انسان ایک جبر کی کیفیت میں سانس لیتا ہے۔ خاص طور پر ہمارے سماج کی عورت کسی بھی طور اپنی زندگی کی خدوخال مرتب کرنے میں خود مختار نہیں ہوتی، چاہے اس عورت کا خاندانی اور ذاتی پس منظر کوئی بھی ہو وہ حالات کے بہاؤ میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ '' وقت ایک راز اسی احساس پر بنی گئی ایک کہانی ہے، بیگم امان اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جو عمر کی ترپیپن بہاریں دیکھ چکی ہے۔ وہ بظاہر ایک آسودہ زندگی

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

گزار رہی ہے، خاوند، اولاد اور نواسی کی نعمتیں اسے میسر ہیں۔ اس کی زندگی ٹھہرے پانیوں جیسی خاموش اور پر سکون ہے مگر کوئی خلش ضرور ایسی ہے کہ بیگم امان داخلی سطح پر بے سکونی کا شکار ہے:

> ”بارش ٹپ ٹپ مستقل برسے جارہی تھی۔ برآمدے میں بیٹھے بیٹھے بیگم امان نے ایک لخت استری کا سوچ آن کر کے بیٹے کے کپڑوں پر استری کرنا شروع کر دیا برسات کی یہ دھیمی پڑ رپڑ عشق پیچاں کی بیلوں پر رات کی رانی کے پودے کے پھولوں پر جو موسیقی جگانے کی کوشش کر رہی تھی وہ اس قدر مانوس تھی سالہا سال ہر برسات میں اس خاموش موسیقی نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن جانے کیوں اس سے پہلے اس نے اس موسیقی کا اتنا قرب کبھی محسوس نہ کیا۔ قمیص کے کالر کا کلف ٹھیک طرح سے نہیں لگا تھا۔ اس لیے استری کرنے سے وہ ٹھیک طرح سے بیٹھ نہیں رہا تھا حالانکہ وہ کئی بار اسے درست کرتی رہی تھی۔(۱) “

افسانے کے آغاز سے ہی یہ منظر کردار کی اندرونی اور بیرونی کیفیت کو تاثر دینے میں کامیاب رہتی ہے۔ بیگم امان اپنے گھر میں استری کرنے میں مشغول ہے لیکن اس کا ذہن وقت کے گھور کچھ دھندے کے بارے میں الجھا ہوا ہے:

> ” آج سے بیس سال پہلے نہیں شاید پچیس سال پہلے اس نے ایک دفعہ ارادہ کیا تھا ذرا فرصت ملنے پر وہ وقت کے مسئلے پر غور کرے گی۔۔۔وقت جو گزر جاتا ہے۔۔۔وہ آخر وجود کی دنیا میں کہاں ہوتا ہے۔ مکان کا وجود قائم رہتا ہے آپ جو جگہ چھوڑ آئے۔۔۔ اس تک واپس بھی جاسکتے ہیں لیکن وقت کا صرف ایک لمحہ آپ کے قبضے میں دیا جاتا ہے۔۔آپ کے پاس انتخاب کی یہ آزادی نہیں“۔(۲)

نثار عزیز بٹ بڑے رسان سے کہانی بنے کے عمل میں اپنے کردار بیگم امان سے ہمارا تعارف کرواتی ہیں، پھر اس کردار کی اندرونی کیفیت میں قاری کو اتارتی ہیں۔ یہ افسانہ اس کردار بیگم امان کے لمحاتی ذہنی سفر پر محیط ہے لیکن یہ ذہنی سفر اگرچہ لمحاتی ہے لیکن یہ لمبے برسوں پر محیط ہے۔ ایک لڑکی جو اپنا گھر بار کو چھوڑ کر اپنے میاں کے پاس رہنے آتی ہے۔ یہاں اس کے بیٹا اور بیٹی پیدا ہوتی ہے، دونوں کی پرورش سے شادی تک وہ ایک ناگزیر بندھن میں بندھ جاتی ہے۔ وہ بیگم امان سے زیادہ ایک ماں کی حیثیت سے جیتی ہے ایک فرض کو نبھاتے

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

ہوئے۔آج کا دن اس کے لیے اس لیے اہم ہے کہ اس کے بچے اسے چھوڑ کر اپنی اپنی منزلوں کی جانب بڑھنے جا رہے ہیں۔آج وہ اس بندھن سے آزاد ہو رہی ہے۔اگرچہ ایک ماں کی حیثیت سے یہ ایک کڑا مرحلہ ہوتا ہے جب وہ اپنے بچوں کو الوداع کہتی ہے لیکن بیگم امان خوش اور مطمئن ہے کہ اس کا ٹاسک بخوبی پورا ہو گیا ہے۔اس لیے تو مسٹر امان افسانے کے اختتام پر یہ کہتے ہیں:

"پھر الماری کھول کر برساتی لڑکاتے ہوئے اس نے کہا" بہر صورت ہم نے اپنا کام
خوش اسلوبی سے نبھایا۔۔۔شاید تمہیں بھی یہی تسکین ہے۔نا؟(۳)

اگرچہ مسٹر امان کہانی کے آخری منظر میں دکھائی دیتے ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی ایک جیسے ہی ذہنی تجربے سے گزر کر اس لمحہ موجود تک پہنچے تھے۔

افسانے کا تکلم بیانیہ ہے۔ جس میں کہیں کہیں بیگم امان کی خود کلامی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ افسانہ داخلی خود کلامی (Interior monologue) کی جزوی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔ماضی اور حال کے دو زمانوں پر محیط کینوس بنایا گیا ہے۔یہ بیانیہ دھیمی آنچ جیسا ہے اور ست روی سے آگے بڑھتا ہے۔بیانیہ میں فلسفہ حیات کو بہت سادہ انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وقت یوں بھی فلسفیانہ سطح پر کافی دقیق موضوع ہے لیکن ایک کردار کے نقطہ نظر سے اسے سہل بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اس افسانے میں منظر نگاری خوبصورت بھی ہے اور پر اثر بھی، بلکہ افسانے میں منظر نگاری کو حربے کو طور پر استعمال کیا گیا ہے۔بظاہر قاری کو حال کے منظر نامے میں رکھا گیا ہے لیکن قاری حال کے منظر نامے کے باغیچے میں کھلے پھولوں کی خوشبو سونگھتے سونگھتے کردار کے کرب کے اس احساس تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جہاں تک مصنفہ قاری کو لے جانا چاہتی ہیں۔افسانے مسٹر امان اور بیگم امان کے علاوہ صہباء ناجیہ اور فرید کے کردار بھی ہیں لیکن یہ کرداروں سے زیادہ کیریکیچر ہیں۔جو کہانی میں کوئی اثر مرتب نہیں کرتے۔مسٹر امان البتہ آخری سین میں آتے ہیں اور ایک مکالمے سے اپنے خدوخال ظاہر کر دیتے ہیں۔

"جس تن لاگے سو تن جانے"

یہ افسانہ جو نثار عزیز بٹ نے قرۃ العین حیدر کو ذہن میں رکھ کر لکھا ہے۔افسانے کے اختتام پر ایک نوٹ میں مصنفہ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"یہ کہانی میں نے قرۃ العین کو ذہن میں رکھ کر لکھی ہے۔یعنی ثریا کا کردار عینی کا ہے اور
زبیدہ کا کردار میرا"۔(۴)

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

اب ایک عام قاری کو قراۃ العین حیدر اور خود نثار عزیز بٹ کے مابین تعلق کا کوئی علم ہی نہ ہو۔ تو وہ اس کہانی سے کیا مطلب اخذ کر سکتا ہے کیونکہ کسی بھی افسانے کا تعلق کسی حقیقی حوالے سے اس وقت جوڑا جا سکتا ہے۔ جب اس حوالے کا سیاق وسباق معلوم ہو۔

اس نوٹ سے قطع نظر کہانی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی اس کشمکش کی کہانی دکھائی دیتی ہے کہ جو شادی سے پہلے جس ذہنی کیفیت سے گزر رہی ہوتی ہے۔ اس کیفیت اور ذہنی کشمکش کو اس افسانے میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ثریا مہندی کی رات سے قبل اپنی قریبی اور بے تکلف دوستوں کے درمیان ہے اور اس کی سب سہیلیاں شادی شدہ ہیں۔ ان سب کا تعلق متمول خاندانوں سے ہیں۔ وہ ساحل سمندر پر واقع ایک گھر میں اکٹھی ہیں۔ سب سہیلیاں ثریا کی شادی سے پہلے ایک اچھا اور یادگار وقت گزارنا چاہتی ہیں۔ ثریا بظاہر بڑی شانت ہے لیکن اس کے ذہن اور دل میں بہت سارے اندیشے اور مدوجزر چل رہے ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔ وہ اور اس کی

سہیلیاں جب بحث کرتی ہیں تو دلیل میں زیادہ تر انگریزی ادب کی مثالیں دیتی ہیں۔ اس کہانی میں ثریا کا کردار ایک آدرشی کردار ہے۔ وہ روائتی بیوی بننے سے گھبراتی ہے وہ اپنے پڑھے لکھے ہونے کے باعث ''اللہ میاں کی گائے کی طرح بیوی بننے کے مشرقی تصور کو بھی قبول نہیں کر پا رہی۔ زبیدہ جو اس کی دوست ہے اور اس کی ذہنی کیفیت کو بھی خوب سمجھتی ہے، اس لیے وہ اسے اپنے طور سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ زندگی اسی کا نام ہے۔ عورت کے لیے شادی بہت ضروری ہے اور شادی کے بعد کی زندگی میں جو جو کمپرومائز آتے ہیں وہ بھی عورت کو ہر حال میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ زبیدہ اسے سمجھاتی ہے کہ شادی شدہ زندگی کے سمجھوتوں کی اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے اور ان کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے۔ سو انہیں قبول کر لینے میں ہی عافیت ہے۔ ثریا اپنی سہیلیوں کے ساتھ گزارے ہوئے وقت میں اپنی ذہن میں کچھ تبدیلیاں محسوس کرتی ہے اور یوں وہ ایک بلند حوصلگی کی کیفیت ساتھ لے کر ایک نئے گھر میں ایک نئے انسان کے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کرنے کے لیے چل پڑتی ہے۔ افسانہ اپنی بنت میں فنی پختگی لیے ہوئے ہے۔ افسانے کا موضوع چونکہ احساس کی بہت نازک کیفیت لیے ہوئے ہے اور اس میں کوئی ٹھوس کیفیت بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس قسم کے موضوعات کو برتنا آسان نہیں ہوتا۔ مصنفہ نے اس موضوع کے لیے ایک فضا قائم کی ہے۔ اس فضا سے وہ اپنے موضوع کے موقف کرداروں کی زبانی بڑی سہولت سے بیان کر دیتی ہیں۔ دوستوں کے درمیان بے تکلف مکالمہ اس بیانیہ میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے، حالانکہ یہ مکالمہ دوستوں کی روائتی بے تکلفی کے انداز میں سامنے آتا ہے لیکن مفہوم کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگرچہ افسانے میں کردار بہت سارے ہیں لیکن دو کردار ہی کہانی میں مرکزیت کے حامل ہیں۔ ایک زبیدہ اور ایک ثریا کا کردار۔ ثریا کی

AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Name of Journal: Al-Anfal
AL- ANFAL
SLOGAN HERE
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

سہیلیاں تو بہت ہیں لیکن زبیدہ کے ساتھ اس کی ذہنی ہم آہنگی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔اور زبیدہ ہی ثریا کی ذہنی کیفیت کو سمجھ کر اسے سوچنے کے نئے زاویے عطا کرتی ہے۔اس افسانے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں قاری فور آخود کو ڈوباہوا محسوس کرتا ہے۔ساحل سمندر کا منظر یوں بھی دلفریب ہوتا ہے جبکہ مصنفہ نے کہانی کا آغاز ہی ساحل سمندر کے منظر سے کیا ہے۔افسانہ نگار موقع بہ موقع جہاں ضرورت پڑے نئے نئے مناظر بناتی جاتی ہیں۔احساس پر مبنی موضاعات کو افسانے میں برتنے کے لیے مناظر بہت کار گر ثابت ہوتے ہیں۔

اس افسانے میں مصنفہ بنیادی طور پر ثریا کے کردار کو تحلیل نفسی کے عمل سے گزارتی ہیں لیکن اس عمل میں وہ کسی بھی ثقالت یا بھو جل پن کو آنے نہیں دیتیں بلکہ انتہائی ہلکے پھلکے انداز کو شروع سے آخر تک نبھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ایسا کرنا یقین دو دہاری تلوار پر چلنے جیسا ہے لیکن افسانہ نگار اس میں کامیاب رہی ہیں۔بظاہر لگتا ایسا ہے کہ جیسے کسی شادی کی تقریب کا احوال لکھا جارہا ہے لیکن ثریا اور زبیدہ کے باطن میں چل رہی کہانی قاری کو ایک دوسری پرت سے آشنا کر رہی ہوتی ہے۔یہ افسانہ روائتی انداز کے افسانوں سے مختلف جدید طرز بیان کا افسانہ ہے۔

"مکڑی کے جالے"

اس افسانے کا موضوع ایک لڑکی کے نظریے یا آدرش اور اس کے رومانس کے ٹکراؤ پر مبنی ہے۔روبی ایک بورڈنگ ہاسٹل میں رہنے والی ورکنگ کلاس کی نوجوان لڑکی ہے۔وہ ریلوے میں ٹکٹ کاؤنٹر پر کام کرتی ہے۔افسانے میں اگرچہ اس لڑکی کا بیک گراؤنڈ نہیں بتایا گیا کہ وہ کس ماحول سے یہاں بمبئی آئی ہے لیکن اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں کہ بمبئی جیسے بڑے شہروں میں بہت سے محنت مزدوری کرنے اور اپنا معاشی مستقبل بنانے آتے ہیں، روبی بھی انہی جیسی ایک لڑکی ہے۔اس بورڈنگ ہاؤس میں اس جیسی اور بھی لڑکیاں رہتی ہیں۔روبی ایک پڑھی لکھی لڑکی کے کردار میں نظر آتی ہے اور اسی بنیاد پر نظریاتی طور پر کمیونزم سے شدید طور پر متاثر ہے۔وہ ترقی پسندی کی خو گر ہے۔اسے غربت بہت دکھی کرتی ہے۔اپنے بکنگ آفس میں بیٹھ کر باہر سڑک پر بیٹھی غریب عورت اسے دکھی کر دیتی ہے کہ جس نے اپنی گود میں جو بچہ اٹھا رکھا ہے اس کا لباس بھی پورا نہیں۔وہ اس کی مدد چاہتی ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق کر بھی لیتی ہیں۔بورڈنگ ہاؤس کی کھڑکی میں وہ ان بچوں کو دیکھ کر اس لگھی بن جاتی ہے کہ جو بھوک مٹانے کے لیے روٹی چوری کر لیتے ہیں۔روبی ٹھٹھرتی سردی میں سڑک پر پڑے کانپتے چیچک زدہ انسان کو دیکھ نہیں پاتی کہ جسے کوئی اپنی دکان کے تھڑے پر لیٹنے نہیں دیتا۔وہ اسے اپنا کمبل اور بورڈنگ کے برآمدے میں سونے کے لیے جگہ دے دیتی ہے، اگرچہ وہ شخص صبح اس کا کمبل لے کر غائب ہو جاتا

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

ہے۔دوسری جانب روبی اپنی جوانی کے تقاضوں کے مطابق اپنے بورڈنگ کے مالک کے بیٹے ندیم کو دل سے چاہتی ہے۔وہ ہر وقت ندیم کے بارے میں سوچتی ہے لیکن اسے اتنا حوصلہ نہیں کہ وہ اس سے بات تک کر سکے۔یہاں بھی اس کی ترقی پسند سوچ آڑے آتی ہے اور خود کو لوئر مڈل کلاس کا سمجھتے ہوئے احساس کمتری کا شکار رہتی ہے۔یہاں تک کہ خود کو واجبی شکل وصورت کا تصور کرتی ہے۔یہاں قدرت اپنا کام دکھاتی ہے اور ندیم اور روبی کی پے در پے ملاقاتیں ہو جاتی ہیں۔شروع میں وہ بات کرنے سے کتراتی ہے لیکن بعد ازاں وہ اپنے آپ میں اعتماد محسوس کرتی ہے اور ندیم کے قریب چلی جاتی ہے۔جب ندیم اسے پرپوز کرتا ہے۔تو یہ لمحہ روبی کے لیے بہت بڑی ذہنی کشمکش کا ہوتا ہے۔ایک طرف بوژر وانظام سے نفرت اور دوسری طرف اس کی محبت اسی جانب مائل۔افسانے کا یہ پورشن بڑا دلچسپ ہے قاری بھی الجھن میں رہتا ہے کہ آخر روبی کیا فیصلہ کرنے والی ہے۔چونکہ اس کا ترقی پسندانہ رویہ اس کے رومانس پر بھاری ہے اس لیے قاری کو لگتا ہے کہ وہ اپنے رومانس کو اپنے آدرش پر وار دے گی لیکن اس افسانے کے انجام میں وہ اپنی محبت کے حق میں فیصلہ دیتی ہے تو قاری کو یک طرح کا سکون میسر آجاتا ہے۔

جہاں تک کہانی کے فنی حوالوں کا تعلق ہے تو اس کا انداز بیانیہ ہے کہیں کہیں ضرورت کے تحت مکالمے آتے ہیں۔کہانی ایک ہی کردار کے داخل اور باطن کو بیان کرتی ہے۔روبی کی اندرونی اور بیرونی کیفیت کو بڑے خوبصورت انداز میں بیانیہ کی صورت بیان کیا گیا ہے۔اس افسانے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اس میں بڑے شہر کے کرب کو دکھایا گیا ہے۔بڑے شہروں میں جہاں بڑی بڑی سڑکیں ہوتی ہیں اور بڑی بڑی بلڈنگز ہوتی ہیں۔جس میں امیر ترین لوگ ہوتے ہیں۔بڑی بڑی گاڑیں سڑکوں پر گھومتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔وہیں ان بڑے شہروں میں سسکتی انسانیت بھی ناظر کا منہ چڑا رہی ہوتی ہیں۔افسانے میں ان تمام حوالوں سے ایک بڑے شہر کے تضادات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔یہاں مصنفہ نے جزئیات نگاری سے خوب کام لیا ہے۔

> ”نیچے سڑک پر راہ گیروں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور ان راہ گیروں میں ہر ایک قسم کے لوگ موجود تھے۔گویا ہر طبقے نے سردی کی اس صبح اپنا ایک ایک نمائندہ انسانیت کے اس جلوس کی تکمیل کے لیے بھیج دیا ہو۔دکاندار اپنی دھوتیوں میں ٹھٹھر رہے تھے۔کلرک نما سائیکل سواروں نے یخ بستہ ہاتھوں سے سائیکلیں تھامی ہوئی تھیں اور متمول اسامیاں اوور کوٹوں کی تہوں سے پہچانی جا سکتی تھیں(۵) “

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

افسانہ نگار نے اپنے افسانے میں تاثر پیدا کرنے کے لیے خوب منظر نگاری کی ہے۔ وہ کسی ڈرامہ نگار کی طرح پہلے ایک منظر نامہ تخلیق کرتی ہیں اور پھر قاری کو اس منظر میں آنے کی دعوت دیتی ہیں۔ قاری اس منظر کے تمام تلازموں میں کھو کر کہانی کے سفر پر گامزن ہوتا ہوتا ہے۔ کہانی کا اسلوب بیان نہایت سادہ ہے مگر اپنی تاثیر میں کسی طور بھی کم نہیں۔ کہانی آسانی کے ساتھ ترسیل اور تفہیم کے مراحل طے کر کے اپنے انجام کی طرف بڑھتی ہے۔

"بلبل کی لاش"

"بلبل کی لاش" افسانوی انداز میں لکھا گیا مضمون ہے۔ خود مصنفہ نے بھی فٹ نوٹ میں مندرجہ ذیل تحریر رقم کی ہے۔

"یہ میرا پہلا مطبوعہ مضمون (افسانہ) ہے جب میں پندرہ سال کی تھی۔ تب صوبہ سرحد کے کسی مقامی اخبار میں شائع ہوا تھا۔(۶)"

اگرچہ اس مضمون میں ایک کہانی موجود ہے اور اس کہانی کا ایک موضوع بھی ہے لیکن یہ کہانی کسی طور بھی افسانے کے جملہ تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ اس میں جو کہانی ہے اس میں تین کردار ہیں۔ ایک راوی، ایک خوشنما پھول اور ایک بلبل کا۔ راوی ایک طالبہ ہے جو اپنے امتحان کی تیاری کے لیے باغ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتی ہے۔ جہاں بہت سے پھولوں میں سے ایک بہت ہی خوبصورت اور دلفریب پھول ہے کہ جس کے رنگ دلفریب ہیں اور خوشبو پر تاخیر ہے۔ ایک بلبل اس پھول پر عاشق ہوتی ہے۔ لیکن پھول کے مرجھانے پر بلبل کو شدید دکھ ہوتا ہے لیکن کچھ دنوں بعد خود بلبل کی لاش راوی کو اسی باغ میں ملتی ہے۔

اس مختصر سی کہانی کا موضوع زندگی کی بے ثباتی ہے۔ پھول کی خوشبو اور رنگ ہوں کہ بلبل خوش الحان ہو ہر کسی کو فنا ہے۔ اگر مصنفہ چاہتیں تو اس مضمون کو بڑی آسانی سے افسانے کی شکل دی جا سکتی تھی۔ لیکن جیسا کہ خود انہوں نے کہا کہ پندرہ برس کی عمر میں لکھی ہوئی تحریر ہے سو اس وقت یقیناً انہیں افسانہ لکھنا مقصود نہیں تھا۔ لیکن اس تحریر کی زبان اور بیان کا سلیقہ مستقبل کی ایک بڑی مصنفہ کے ہونے کی نوید ضرور ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نثار عزیز بٹ، "زنبیل" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۳، ص ۴۲۴

۲۔ ایضاً، ص ۴۲۵

۳۔ ایضاً، ص ۴۳۲

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 2 No. 4 (2024)

۴۔ایضاً، ص ۴۴۴

۵۔ایضاً، ص ۴۴۵

۶۔ایضاً، ص ۴۶۲